آٹھویں قسط

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

جناب خورشید احمد فاروق صاحب صدر شعبۂ عربی و فارسی دلی یونیورسٹی دہلی

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان بابتہ ماہ ستمبر ۶۷ء)

نویں اور دسویں صدی کی ہندو ریاستیں

ابن خُردادبہ[1] (اس نے ہندوستان کے حالات لگ بھگ ۸۴۶ء میں قلمبند کئے تھے):-

ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ بلہرا[2] ہے، بلہرا کے معنی ہیں راجاؤں کا راجہ! اس کی انگوٹھی پر یہ الفاظ کندہ ہیں:- جو شخص کسی مقصد کے لئے تم سے دوستی کرے گا وہ مقصد برآری کے بعد بے رُخی سے کام لے گا۔

راجہ بلہرا کوکنکن[3] (کمکم) دیس میں رہتا ہے جہاں ساگون پیدا ہوتا ہے، بلہرا کے بعد راجہ تکّا (طافن[4]) کی عملداری آتی ہے، اس کے بعد جَیا راجہ (جابہ[5]) کی پھر راجہ گرجر (جُرز[6]) کا علاقہ شروع

---

[1] مسالک الممالک ص ۶۷۔

[2] بلہرا ولبھ رائے کی تعریب ہے، بلہرا کا لفظ عرب بطور لقب استعمال کرتے ہیں اور یہ لقب راشٹر کوٹا خاندان کے ان عظیم راجاؤں کو دیتے ہیں جو آٹھویں صدی کے وسط سے دسویں صدی کے اواخر تک موجودہ ریاست مہاراشٹر اور مغربی و وسطی دکن کے حکمراں تھے، ان کا پایۂ تخت مالکھیڈ (عرب مانکیر) دریائے نربدا کے تین سو پچاس میل جنوب میں واقع تھا۔

[3] بمبئی سے منگلور تک کا ساحلی علاقہ۔

[4] طافن یا سافن بالسین اور اس کا مسمّی بہت سے لوگوں کے لئے ایک معمہ بنا ہوا ہے، مرحوم سلیمان ندوی اور ان کے متبعین طافن اور سافن کو دکن کی تحریف قرار دیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے، یہ دونوں لفظ طاقی کی تحریف ہیں، طاقی یا طافی مسعودی کی تحریرون میں بھی موجود ہے، طاقی تاکا یا تکّا بتشدید الکاف کی تعریب ہے، تکّا ایک قوم کا نام ہے جو قدیم زمانہ میں پنجاب کے زیریں پہاڑوں اور میدانوں (ملتان کے شمال تک) حکمراں تھی، اسی مناسبت سے ان کی قلمرو کا نام تکا دیس پڑ گیا تھا، تکا دیس کا مہا بھارت میں بھی ذکر ہے، پرانے زمانہ میں تکا قوم سارے پنجاب پر چھائی ہوئی تھی، اس علاقہ کی عورتیں اپنے جسمانی تناسب اور حسن صحت کے لئے مشہور تھیں۔ دیکھو جغرافیہ قدیم ہندوستان از کننگھم کلکتہ ص ۱۹۲۴، ص ۲۵۹۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوجاتا ہے ۔ راجہ گرجر (جُرز) کی حکومت میں تاتاری (طاطری[1]) درہم چلتے ہیں، اس کے بعد ناگا (غابہ[2]) اور پھر بنگال کے راجہ دھرما (رہمی[3] بروزن سلمی) کی قلمرو شروع ہوجاتی ہے، دھرما (کے مشرقی حدود) اور ہند کے مذکورہ راجاؤں کے علاقوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے ۔

لوگ کہتے ہیں کہ دھرما (رہمی) کے پاس پچاس ہزار ہاتھی ہیں، اس کے ملک میں عمدہ، نرم اور باریک ململ بنی جاتی ہے اور عود لکڑی بھی پائی جاتی ہے، اس کے بعد آسام (قامرون[4]) کی سلطنت شروع ہوجاتی ہے، راجہ کی حدود مملکت چین تک وسیع ہے، اس کے ملک میں سونا خوب ہوتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵ جابہ بھی طافن کی طرح عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے، بعض کتابوں میں نجابتہ ہے، یہ دونوں لفظ جیا کی بگڑی ہوئی شکل ہیں، جیا سے مراد جیا ملا چندر ہے جو جالندھر دواب اور کانگڑا کوہستان میں نویں صدی عیسوی کے اوائل میں راجہ تھا، جالندھر دوآب کی یہ حکومت محمود غزنوی کے حملہ سے کئی سو سال پہلے بہت طاقتور تھی اور ایک زمانہ میں تو اس کی عملداری مغرب میں ملتان تک وسیع تھی، اس خاندان کا دعویٰ تھا کہ اس کا تعلق سورج بنش سے ہے، اس کی قدامت اور شرافت کے باعث کشمیر اور مہاراشٹر کے راجہ اس سے شادی بیاہ کے تعلقات استوار رکھتے تھے ۔ دیکھو کننگہم ص ۱۵۷ - ۱۵۹ ۔

۶ جُرز سے قنوج کے گرجرا پرتیہارا سلاطین مراد ہیں جن کی نویں صدی عیسوی سے گیارہویں صدی کے وسط تک ہندوستان کے ایک بڑے رقبہ پر شاندار حکومت تھی، یوپی، راجستھان، مغربی پنجاب، نیپال اور وسطی ہند کے متعدد صوبے ان کی قلمرو میں داخل تھے، ایک عرصہ تک سرزمین کاٹھیاواڑ پر بھی ان کا قبضہ رہا، قنوج ان کا پایۂ تخت تھا۔ ابن خُردادبہ اور سلیمان تاجر کا ہمعصر مشہور راجہ بھوج اول تھا جس نے پچاس سال سے زیادہ ۸۳۶ سے ۸۸۹ عیسوی تک حکومت کی ۔

[1] طاطری درہموں سے تاتاری درہم مراد ہیں جن کے موجد کابل کے تاتاری Scythians بادشاہ تھے، ان کی حکومت شمال مغربی ہند پر بھی تھی، تاتاری سکہ راجپوتانہ، گجرات اور جیسا کہ ابن خُردادبہ لکھتا ہے بلہرا کی قلمرو میں بھی رائج تھا، یہ چاندی کا تھا اور اس کا وزن پچیس سے اڑسٹھ گرام تک ہوتا تھا، اس کا رواج پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی سے محمود غزنوی کے عہد تک رہا ۔ کننگہم ص ۳۵۹ ۔

[2] غابہ شاید ناغہ کی تحریف ہے اور ناغہ ناگا کی تعریب، آٹھویں صدی عیسوی میں کشمیر کے برہمن سلاطین کا لقب ناگا تھا۔ دیکھو کننگہم ص ۱۰۶ ۔

[3] رہمی بروزن سلمیٰ دھرما کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور رہمی سے مراد دھرما پال بنگال کا راجہ ہے جس نے ۷۸۰ سے ۸۱۲ء تک حکومت کی، یہ راجہ ہارون الرشید عباسی کا ہم عصر تھا، رشید کے برمکی وزیر یحییٰ (متوفی ۱۹۰ھ) نے جس کو ہندوستانی تہذیب و تمدن سے دلچسپی تھی ایک وفد ہندوستان کے مذاہب اور حالات دریافت کرنے بھیجا تھا، اس وفد نے یحییٰ کو ہندوستانی حکمرانوں کے جو نام بتائے وہ بعد کے عرب مصنفوں نے بے اعتراف ماخذ اپنی کتابوں میں داخل کرلئے، غالباً ان میں سب سے پہلا مصنف عباسی حکومت کے مواصلات اور خبر رسانی کا افسر ابن خُردادبہ تھا جس نے سب سے پہلے وفد کی رپورٹ کے بعض اقتباسات

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اندر وہ مشہور چوپایہ پایا جاتا ہے جس کو گینڈا کہتے ہیں اور جس کی پیشانی پر ایک ہاتھ لمبا اور دو مٹھی چوڑا سینگ ہوتا ہے، سینگ پھاڑا جائے تو اس کی اندرونی سیاہی میں اوپر سے نیچے تک ایک سفید شکل بنی ہوتی ہے انسان کی یا کسی چوپایہ یا کسی مچھلی یا مور یا کسی دوسرے پرندے کی، چین کے کاریگر گینڈے کے سینگ سے پٹکے بناتے ہیں جن کی قیمت پندرہ سو روپئے سے لے کر پندرہ اور بیس ہزار روپئے تک اٹھتی ہے، ہندوستان کے ان سارے راجاؤں کے جن کا اوپر ذکر ہوا، کان چھدے ہوئے ہیں۔

سلیمان تاجر[1] (اس نے ہندوستان کے حالات ۸۵۱ء میں قلمبند کئے تھے):۔

ہندو اور چینی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا کے بڑے بادشاہ چار ہیں، پہلا خلیفہ عرب جس کے بارے میں ان کا اتفاق ہے کہ وہ سب سے بڑا، سب سے مالدار، سب سے زیادہ وجیہ اور اس عظیم مذہب کا بادشاہ ہے جس سے بڑا کوئی دوسرا مذہب نہیں، اس کے بعد شاہ چین کا نمبر ہے پھر قیصر روم کا اور آخر میں بلہرا[2] کا جو کان چھدے ہندوؤں کا راجہ ہے، بلہرا ہندو راجاؤں میں سب سے بڑا، بلند مرتبہ اور معزز راجہ ہے، ہندوستان کے سارے راجہ خود مختار ہیں اور کسی کے ماتحت نہیں اس کے باوجود وہ بلہرا کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں، جب بلہرا کے سفیران کے درباروں میں آتے ہیں تو وہ تعظیماً ان کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں، عرب سلاطین کی طرح راجہ بلہرا فوج کو (جاگیر کی بجائے) تنخواہ دیتا ہے، وہ بہت مالدار راجہ ہے، اس کی فوج میں گھوڑے اور بہت سے ہاتھی پائے جاتے ہیں، اس کی دولت تاتاری (طاطری) درہموں کی شکل میں ہے، ہر تاتاری درہم کا وزن معیاری ڈیڑھ درہم کے بقدر ہوتا ہے، ان کے سکوں کا سنہ ان کے خاندان کی حکومت سے شروع ہوتا ہے جب کہ عربوں کا سنہ ہجرت نبوی سے شروع ہوتا ہے، بلہرا راجاؤں کی عمر دراز ہوتی ہے، کبھی کبھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) متعلقہ ہند اپنی کتاب میں ضم کر لئے تھے، ہماری رائے میں بھی برکی کو پیش کردہ رپورٹ میں بنگال کے راجہ کا نام دھرمی (بر وزن سلمی) لکھا گیا ہوگا جس کو ناقل یا کاتب نے رہمی یا دہمی (رہماں یا دہماں جیسا کہ بعض کتابوں میں ملتا ہے) قرار دیا اور بعد کے سارے کاتب انہی دو شکلوں میں اس کو قلمبند کرتے رہے۔

[1] سلسلۃ التواریخ ۱/۲۶-۳۰ و ۱۵

[2] یہ دو راشٹرا کوٹا تاجدار سلیمان کے ہم عصر تھے: گووندا سوم (۷۹۳-۸۱۴ء) اور اموگھا ورشا (۸۱۴-۸۷۷ء)

ان کا کوئی راجہ پچاس پچاس[1] برس تک حکومت کرتا ہے، ان کی ہندو رعایا کی رائے ہے کہ ان کی درازی عمر کا سبب یہ ہے کہ وہ عربوں سے محبت کرتے ہیں، کوئی ہندوستانی راجہ بلہرا کی طرح عربوں کا قدر داں نہیں اور نہ کوئی دوسری قوم ان کی رعایا کی طرح عربوں سے انس رکھتی ہے، بلہرا ان کے ہر راجہ کا لقب ہے، جس طرح کسریٰ ساسانی سلاطین کا لقب تھا۔

بلہرا کی قلمرو ساحل سمندر سے شروع ہوتی ہے اور اس ساحل کا نام کونکن (کمکم) ہے اور یہ ساحل (بلا انقطاع) سمندر کے کنارہ کنارہ چین تک چلا گیا ہے، بلہرا کے ارد گرد بہت سے ہندو راجہ ہیں جو اس سے لڑتے ہیں لیکن وہ ان سب پر غالب رہتا ہے، اس کے پڑوسی راجاؤں میں ایک راجہ گرجر (جُرز) ہے جس کے پاس بہت بڑی فوج ہے، کسی ہندو راجہ کے پاس اتنی زیادہ گھوڑا فوج نہیں جتنی اس کے پاس ہے، اس کو عربوں سے عداوت ہے[2]، اس کے باوجود وہ اس بات کا معترف ہے کہ عرب خلیفہ سب سے بڑا بادشاہ ہے، کوئی ہندو حکمراں راجہ گرجر (جُرز) کی طرح عربوں کو ناپسند نہیں کرتا۔

راجہ گرجر ایک مستطیل علاقہ (مراد کاٹھیاواڑ اور راجپوتانہ) کا حاکم ہے، اس کی قلمرو میں دولت کی فراوانی ہے، اونٹ اور مویشی بھی بکثرت پائے جاتے ہیں، خرید و فروخت چاندی کے ذریعہ ہوتی ہے، رپورٹر بتاتے ہیں کہ اس کے ملک میں کانیں بھی پائی جاتی ہیں۔

ہندوستان کی کوئی حکومت چوری ڈکیتی سے اتنی محفوظ نہیں جتنی راجہ گرجر (جُرز) کی حکومت ہے، (شمال میں) اس کی سرحد تکا راجہ (طافن) کی قلمرو سے ملتی ہے، راجہ تکا کی سلطنت رقبہ میں زیادہ نہیں البتہ یہاں کی عورتیں گوری ہوتی ہیں اور سارے ہندوستان کی عورتوں سے حسن و جمال میں بازی لے گئی ہیں۔

---

[1] سلیمان کے ہم عصر امو گھا ورشا نے تریسٹھ برس اور اس کے لڑکے کرشن دوم نے اڑتیس سال حکومت کی۔

[2] اس کی وجہ یہ تھی کہ ملتان اور منصورہ (سندھ) کے عرب حکمراں راجہ گرجر کے ماتحت علاقوں، خاص طور پر راجپوتانہ اور مغربی پنجاب پر حملے اور ترکتازیاں کرتے رہتے تھے۔

راجہ تنکا کا لشکر چونکہ چھوٹا ہے اس لئے وہ اپنے پڑوسی راجاؤں سے دوستانہ تعلقات بنائے رکھتا ہے، یہ بھی بلہرا کی طرح عربوں کا قدردان ہے۔

ان راجاؤں سے متصل (مشرق میں) ایک راجہ ہے جس کو دھرما (رہمی) کہتے ہیں، راجہ گرجر (جُرز) کی اس سے جنگ ٹھنی رہتی ہے، دھرما (رہمی) کسی شاندار سلطنت کا مالک نہیں ہے، اس کی بلہرا سے بھی لڑائی ہوتی ہے، اس کی فوج بلہرا، راجہ گرجر (جُرز) اور راجہ تنکا (طافن) تینوں سے زیادہ ہے، ہمارے ریپورٹر بتاتے ہیں کہ وہ جب لڑنے نکلتا ہے تو اس کے ساتھ پچاس ہزار ہاتھی ہوتے ہیں اور چوں کہ ہاتھی گرمی کے موسم میں پیاس کی تاب نہیں لاسکتا دھرما (رہمی) صرف جاڑوں میں جنگ کرتا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے لشکر میں دس ہزار سے پندرہ ہزار تک دھوبی کام کرتے ہیں۔

راجہ دھرما (رہمی) کی سلطنت میں وہ بے مثال کپڑا بنا جاتا ہے جو اتنا نرم اور باریک ہوتا ہے کہ اس کا ایک تھان انگوٹھی کے سوراخ سے ہوکر نکل آتا ہے، یہ کپڑا روئی کے باریک تاروں سے بنایا جاتا ہے، ہم نے اس کے کچھ نمونے خود بھی دیکھے ہیں۔

راجہ دھرما (رہمی) کے ملک میں کوڑیوں سے خرید و فروخت ہوتی ہے، کوڑی ہی یہاں کا سکہ ہے، اس کے ملک میں سونا، چاندی اور صندل لکڑی بھی پائی جاتی ہے نیز وہ باریک بال[1] جس سے چوریاں بنائی جاتی ہیں اور وہ گینڈا جس کی پیشانی کے اگلے حصہ پر ایک سینگ ہوتا ہے۔

ہندوستان کی ہر ریاست میں ایک ہی خاندان کے افراد حکومت کرتے ہیں، حکومت اس خاندان سے باہر نہیں جاتی، ہر راجہ کے ولی عہد ہوتے ہیں، اسی طرح کلرکی، سکریٹری شپ، طبابت اور دوسرے پیشے بھی موروثی ہوتے ہیں اور مقررہ خاندانوں کے لئے مخصوص، ہندوستان کے راجہ کسی ایک حکمراں کے تابع نہیں ہوتے، بلکہ ہر راجہ اپنی قلمرو کا خود مختار حاکم ہوتا ہے، چینیوں کے ہاں ولیعہدی کا دستور ہے۔

ابوزید سیرافی (اس نے مندرجہ ذیل اقتباس تقریباً ۳۰۰ھ میں قلمبند کیا تھا):-

ہندوؤں کے راجہ کانوں میں سونے کے بندے پہنتے ہیں جن میں قیمتی جواہرات جڑے ہوتے ہیں،[2]

---

[1] متن میں اللثاب الصغر بالضاد المعجمۃ ہے، ہم نے اللثاب کو جو بے موقع معلوم ہوتا ہے الشعر کی تحریف قرار دے کر ترجمہ کیا ہے

[2] تکملہ سلسلۃ التواریخ ۱۴۵/۲۔

ان کے گلوں میں بیش قیمت موتیوں، لال اور فیروزی جواہرات کی مالائیں ہوتی ہیں، آج یہی زیورات ان کی دولت اور خزانے ہیں، ان کے فوجی کمانڈر اور اکابر بھی یہ زیور پہنتے ہیں۔ ان کا بڑا آدمی ایک آدمی کے کندھوں پر سوار ہو کر نکلتا ہے، ایک بڑا رومال اس کے سر پر ہوتا ہے، دھوپ سے بچاؤ کے لئے اس کے ہاتھ میں مور کے پروں کی ایک چھتری ہوتی ہے، اس کے نوکر چاکر اور مقرب ہر طرف سے اس کو گھیرے ہوتے ہیں۔

ہندوؤں کے اکثر راجہ جب ملکی یا غیر ملکی مہمان سے ملاقات کے لئے دربار میں آتے ہیں تو وہ اپنی رانیوں کا ان سے پردہ نہیں کراتے اور مہمانوں کے سامنے کر دیتے ہیں۔ (جنوب کے) ہندو راجاؤں اور بڑے لوگوں کے لئے ہر دن کھجور کی شاخوں سے تھال اور پلیٹ کے ہم شکل ظروف بنائے جاتے ہیں، جب دوپہر کے کھانے کا وقت آتا ہے تو وہ کھجور کے ان ظروف میں کھانا کھاتے ہیں، کھانے کے بعد تھال اور ظروف مع باقی ماندہ کھانے کے پانی میں پھینک دئے جاتے ہیں اور رات کے کھانے کے لئے نئے تھال اور ظروف استعمال کئے جاتے ہیں۔[۵]

ابن رستہ (اس نے اپنی کتاب ۹۰۲ء کے لگ بھگ لکھی تھی):-

ابو عبداللہ محمد بن اسحاق (تاجر) نے بیان کیا کہ ہندوستان کے اکثر بادشاہ زنا کو مباح سمجھتے ہیں سوائے راجہ کمبوڈیا[۶] (قِمار) کے، میں اس کی راجدھانی میں دو برس تک مقیم رہا، میں نے اس سے زیادہ غیرت مند اور شراب کے معاملہ میں اس سے زیادہ سخت گیر کوئی دوسرا راجہ نہیں دیکھا، وہ زنا اور شراب دونوں کے مرتکب کو قتل کی سزا دیتا ہے..... کمبوڈیا (قِمار) سے متصل (مشرق میں) اَرمن[۷]

---

[۵] الاعلاق النفیسہ ص ۱۳۲ - ۱۳۵۔

[۶] موجودہ بنکاک کا علاقہ تھائی لینڈ میں عرب، کمبوڈیا، ملایا اور انڈونیشیا کو ہندوستانی حکومتوں میں داخل کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ملکوں میں ہندو راجاؤں کی حکومت تھی اور ہندو مذہب، تہذیب اور تمدن کا غلبہ تھا۔

[۷] ارمن سے موجودہ لاؤس اور ویتنام کا علاقہ مراد ہے۔

کا علاقہ ہے، یہاں کے باشندے خوبصورت ہوتے ہیں اور بچپن ہی میں لڑکوں کی شادی کردیتے ہیں، ان کی رائے ہے کہ ایسا کرنا لڑکوں کے حق میں اچھا ہے اور ان کو بدکاری سے باز رکھتا ہے ..... ہمارا رپورٹر کہتا ہے کہ راجہ کمبوڈیا کے علاوہ میں نے راجہ پانڈیا (عابدی)[1] کو جس کا نام رتیلا ہے اور اس سے متصل سرزمین چیرا (عارطی)[2] کے راجہ بنڈ اس سے متصل سلطنت کے راجہ چولا (صیلمان)[3] کو بھی دیکھا ہے جو راجہ پانڈیا (عابدی) اور راجہ چیرا دونوں سے بڑا ہے، کہتے ہیں کہ اس کے لشکر میں ستر ہزار فوج ہے لیکن فوجی ہاتھی اس کے پاس کم ہیں، ہندؤں کا دعوی ہے کہ چولا کے ہاتھی لڑائی میں سارے ہندوراجاؤں کے ہاتھیوں سے زیادہ جرأت اور بہادری سے لڑتے ہیں" میں نے اس کا ایک ہاتھی دیکھا جس کا نام نمران تھا، لڑنے اور دشمن کا خون بہانے میں اس سے زیادہ جری ہاتھی میں نے ہندوستان کے کسی راجہ کے پاس نہیں دیکھا، اس کا رنگ سفید تھا اور جسم پر کالے نشان تھے، ہندو ایک بڑی آگ جلاتے ہیں اور ہاتھی کو اس پر سے گذارتے ہیں، جو ہاتھی آگ پار کرلیتا ہے اور اس میں داخل ہونے سے نہیں جھجکتا وہ جنگ و قتال کے لئے موزوں سمجھا جاتا ہے اور جو آگ سے بدکتا ہے اور اس کو پار نہیں کرتا وہ جنگ اور سواری کے لئے ناموزوں خیال کیا جاتا ہے، وہ اونٹ کی طرح صرف باربرداری کے کام آتا ہے۔

میں نے اس راجہ کو جو پانڈیا (عابدی) کہلاتا ہے اور جس کے علاقہ میں ہاتھی نہیں ہوتے، ہاتھی خریدتے دیکھا ہے، وہ کوئی ایسا ہاتھی نہیں خریدتا جس کا قد پانچ ہاتھ (ذراع - لگ بھگ دو فٹ) ہو لیکن پانچ کے بعد ہر ایک ہاتھ (ذراع) اونچے ہاتھی کی قیمت نو ہاتھ تک وہ پانچ ہزار روپے (ہزار دینار) کے حساب سے ادا کرتا ہے - میں نے نو ہاتھ سے زیادہ اونچا ہاتھی نہیں دیکھا لیکن سنتا ہوں کہ کھاڑیوں (اغباب)[3]

---

[1] عابدی باندی کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور باندی پانڈیا کی، بعض کتابوں میں قایدی اور قاندی یا لہمزہ والنون بھی قلمبند ہوا ہے، پانڈیا راجاؤں کی حکومت جنوبی ہند کے آخر میں مُدورا سے مشرقی ساحل سمندر تک پھیلی ہوئی تھی مُدورا ان کا پایۂ تخت تھا - پانڈیا عہد میں عورتیں بھی حکومت کرتی تھیں۔

[2] بعض محققوں کی رائے ہے کہ عارطی سے چیرا یعنی موجودہ کیرالا کا علاقہ مراد ہے - دیکھو جنوبی ہندوستان اور عرب جغرافیہ نویس از ڈاکٹر محمد نینار، مدراس یونیورسٹی ۱۹۴۲ء ص ۱۵۲ -

[3] جنوبی ہند کے اس ساحل کو جو (Palk Strait) اور خلیج منار پر پھیلا ہوا ہے عرب اغباب کے نام سے یاد کرتے ہیں، اغباب - غب - بالکسر کی جمع ہے جس کے معنی کھاڑی کے ہیں، اس ساحل کو اغباب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر چھوٹے دریاؤں اور پہاڑی نالوں سے بہت سی کھاڑیاں بن گئی ہیں جن کے کنارے دل کش مرغزار اور سبزہ زار ابھر آئے ہیں۔

کے علاقہ میں ایک سرزمین ہے جس کو منڈوری پتن (اورفسین[1]) کہتے ہیں، یہاں ایک عورت کی حکومت ہے جورانی (رانیہ) کہلاتی ہے اس رانی کی عملداری میں برازنامی مقام پر دس سے گیارہ ہاتھ اونچے ہاتھی پائے جاتے ہیں۔

چولا راجہ (صیلمان[2]) کے بعد شمال میں) ایک راجہ ہے جس کو بلہرا کہتے ہیں، بلہرا کے معنی ہیں ہندو راجاؤں کا سرتاج، اس کے علاقہ کا نام کونکن (کمکم) اس میں ساگون لکڑی کے جنگلات پائے جاتے ہیں، یہ لکڑی بیرونی ملکوں کو بھیجی جاتی ہے، راجہ بلہرا ایک وسیع حکومت[3] اور ایک بڑے لشکر کا مالک ہے، آس پاس کے راجہ اس کی تعظیم کرتے ہیں، بلہرا کے پڑوس میں جو حکمراں ہیں، ان میں ایک راجہ تکا (طافن، مشرقی پنجاب) ہے، اس کا ملک چھوٹا ہونے کے باوجود خوب مالدار آباد اور بارونق ہے اس کی رعایا کا رنگ عام طور پر گندمی ہے لیکن ان میں گورے رنگ کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں اور حسن و ملاحت تو عام ہے، راجہ تکا کے غلام جتنے حسین ہوتے ہیں اتنے آس پاس کے کسی راجہ کی ریاست کے نہیں ہوتے۔

---

[1] قدیم زمانہ میں جنوبی ہندوستان کے آخری سرے پر رامیشورم کے قریب منڈوری پتن نامی ایک بندرگاہ تھا جہاں سے لنکا کے لیے کشتیاں روانہ ہوتی تھیں۔ اورفسین منڈوری پتن کی بگڑی ہوئی شکل ہے، بعض کتابوں میں اس کی یہ شکلیں ملتی ہیں: منڈورین، منڈورقین، اورلیسین۔ (عجائب الہند ص ۱۲۳ و معجم البلدان یاقوت مصر ۶/۱۲)

[2] صیلمان، چولیا کی بگڑی ہوئی شکل ہے، چولیا سے چولا خاندان مراد ہے بعض کتابوں میں صولیان بھی آیا ہے، چولا حکومت جیسا کہ ابن رستہ کا رپورٹر کہتا ہے پانڈیا اور کیرالا دونوں سے وسیع تر تھی، اس کے حدود دریائے کرشنا کے دہانہ سے موجودہ ساحلی شہر (Tondi) تک بتائے جاتے ہیں جو (Palk Strait) کے وسط میں واقع ہے چولا راجاؤں کا پایۂ تخت اور یور موجودہ ترچناپلی تھا، ڈھائی سو برس تک یعنی نویں صدی عیسوی کے ربع ثانی سے گیارہویں صدی کے ربع آخر تک چولا سلطنت عروج پر رہی۔ دیکھو کننگھم ص ۷۳۷ - ۷۲۸ -

[3] سنہ ۹۰۰ء کے لگ بھگ جب ابن رستہ کے رپورٹر نے ہندوستان کے حالات بیان کئے راشٹر اکوٹا سلطنت اپنے عروج پر تھی اور اس کے حدود شمال میں مالوہ اور گجرات تک جنوب میں تنگ بھدرا (معاون دریائے کرشنا) تک، مشرق میں کلنگا تک اور مغرب میں سمندر تک وسیع تھے۔

راجہ ٹکا سے متصل (جالندھر دوآب اور کانگڑا کوہستان) کا راجہ جیا (پنجابہ)[۱] ہے یہ ایک خاندانی اور معزز ہندو حاکم ہے، سلاطین بلہرا اس کے خاندان میں شادی بیاہ کرتے ہیں، راجگان جالندھر دوآب سلوقی[۲] نسل کے ہیں، کہا جاتا ہے کہ (مشہور) سلوقی کتے اس علاقہ سے عرب ملکوں کو جاتے ہیں، جیا راجہ کی قلمرو میں لال رنگ کا صندل ہوتا ہے:۔

ان راجاؤں سے متصل ایک راجہ ہے جس کو راجہ گرجر (جزر) کہتے ہیں، اس کی قلمرو میں انصاف کا بول بالا اور امن وامان کا دور دورہ ہے اگر بیچ سڑک پر سونا ڈال دیا جائے تو اس کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا، راجہ گرجر کی سلطنت لمبی چوڑی ہے، عرب تاجر اس کے دربار (واقع قنوج[۳]) میں جاتے ہیں تو وہ ان کی آؤ بھگت کرتا ہے اور ان کا سامان خریدتا ہے، ان سے لین دین سونے یا تاتاری (طاطری) درہموں کے ذریعہ ہوتا ہے، ان درہموں پر راجہ کی تصویر بنی ہوتی ہے اور ایک درہم کا وزن ایک مثقال[۴] کے بقدر ہوتا ہے، جب عرب تاجر اپنا سامان بیچ کر جانے لگتے ہیں تو راجہ گرجر سے کہتے ہیں کہ اپنی عملداری کے اندر ہماری اور ہمارے مال ومتاع کی حفاظت کے لئے ایک گارڈ ساتھ کر دیجئے تو وہ کہتا ہے: میری عملداری میں کوئی چور ڈاکو نہیں، تم لوگ بے خوف چلے جاؤ، اگر تمہارا کوئی نقصان ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ راجہ گرجر بھاری بھرکم آدمی ہے، آس پاس کا کوئی راجہ جنگ میں اس کی طرح بہادری کے جوہر نہیں دکھاتا، وہ لڑائی کی چالوں میں بھی خوب ماہر ہے، بلہرا، راجہ ٹکا اور جیا ملا چندر (پنجابہ) سے اس کی لڑائی ہوتی رہتی ہے۔

مسعودی[۵] (اس نے اپنی کتاب ۳۳۲ھ میں قلمبند کی تھی):۔

ہندوستان میں حکومت حکمران خاندان میں محدود رہتی ہے، غیر خاندانی افراد کے ہاتھ میں زمام حکومت

---

[۱] یعنی جیا ملا چندر۔ دیکھو کننگھم ص ۱۵۹۔

[۲] Seleucus ایک یونانی جنرل تھا جس کو سکندر پنجاب میں اپنا گورنر بنا کر چھوڑ گیا تھا، متن کا سلوقیوں کی Seleucus سے ماخوذ ہے سلوقیوں سے مراد وہ مخلوط نسل ہے جو یونانی اور پنجابی خون سے وجود میں آئی اور سلوقی کتوں سے مراد وہ کتے ہیں جو یونانی اور ہندوستانی کتوں کے ملاپ سے پیدا ہوئے۔ دیکھو کننگھم ص ۱۵۸۔

[۳] ابن رستہ کے زمانہ میں قنوج کا راجہ بھوج اول تھا جس نے ۸۳۶ سے ۸۸۹ تک حکومت کی۔

[۴] لگ بھگ ساڑھے چار ماشے۔

[۵] مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ۱/ ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۶۴ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۷ تا ۲۴۹۔

نہیں آسکتی، اسی طرح پیشے جیسے وزارت ادرجی وغیرہ موروثی ہوتے ہیں اور ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل نہیں ہو سکتے .....

ہمارے وقت میں سب سے بڑا ہندو راجہ بلہرا[1] ہے جس کی راجدھانی مانکیر (مالکھیڈ گلبرگہ کے جنوب میں ہے) بلہرا ہندوستان کے اکثر بادشاہوں کا قبلہ گاہ ہے اور جب ان کے سفیر ان کے درباروں میں آتے ہیں تو وہ ان کے سامنے سر جھکا کر بلہرا کی تعظیم کرتے ہیں، راجہ بلہرا کی سرحدیں بہت سے خود مختار راجاؤں کے علاقوں سے ملتی ہیں، ان میں سے بعض کا راج صرف پہاڑوں تک محدود ہے جیسے کشمیر کا راجہ اور تکا راجہ (طاقی) اور کچھ راجاؤں کے قلمرو میں بری وبحری دونوں علاقے پائے جاتے ہیں۔ بلہرا کی راجدھانی اور سمندر کے درمیان انشی سندھی فرسخ کا فاصلہ ہے، سندھی فرسخ آٹھ میل[1] کے بقدر ہوتا ہے، اس کے پاس ایک بڑی فوج ہے اور ہاتھیوں کا ایک بڑا دل بھی جس کی تعداد بتانا مشکل ہے؛ اس کی بیشتر فوج پیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پایہ تخت پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ بلہرا کی ٹکر کا ہندو راجہ جس کے پاس سمندری علاقہ نہیں تخت قنوج کا وارث بوؤرہ[2] ہے۔ یہ نام ہر اس راجہ کا امتیازی لقب ہے جو سلطنت قنوج پر حکومت کرتا ہے، پورب، پچھم، اتر، دکھن ہر طرف بوؤرہ کی فوجیں تیار رہتی ہیں کیونکہ ہر سمت کے پڑوسی راجا سے اس کی جنگ ٹھنی رہتی ہے .....

بوؤرہ کی قلمرو لمبائی میں لگ بھگ ایک سو بیس سندھی میل (نو سو ساٹھ میل) اور چوڑائی میں بھی اسی قدر ہے، ایک سندھی فرسخ آٹھ میل کے برابر ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس کے چار لشکر ہیں جو چاروں سمتوں کے دشمنوں کے لئے تیار رہتے ہیں ہر لشکر کی تعداد سات لاکھ اور بقول بعض نو یا نوے لاکھ ہے، شمال کے لشکر سے وہ حاکم ملتان اور اس کے ان معاون حکمرانوں سے (لڑتا ہے)

---

[1] مسعودی کے حساب سے بلہرا کے پایہ تخت مانگیر کا فاصلہ سمندر سے آٹھ سو چالیس میل بنتا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے، صحیح فاصلہ تقریباً دو سو نوے میل ہے۔

[2] بوؤرہ Pratihara کی تعریب ہے، قنوج کا شاہی خاندان جس نے ۸۳۶ سے ۱۰۳۷ عیسوی تک حکومت کی Gurjara Pratiharas کے نام سے مشہور ہے، عرب زیادہ تر اس نام کا پہلا حصہ یعنی گرجر (جُزر) استعمال کرتے ہیں لیکن مسعودی نے دوسرا حصہ یعنی Pratihara استعمال کیا ہے، اس کے سفر کے وقت قنوج کا راجہ ماہی پال تھا جس نے ۹۱۴ سے ۹۴۳ تک حکومت کی۔ دیکھو رائے ۱/۵۷۹ و ۶۱۰۔

جو اس کے حاکم ملتان کے پڑوس میں حکومت کرتے ہیں، جنوب کے لشکر سے وہ بلہرا تا جدار مانکیر سے نبرد آزما ہوتا ہے، مشرق و مغرب کی فوجوں سے دوسری سمتوں سے اُٹھنے والے دشمنوں سے نبٹتا ہے۔

رپورٹر بتاتے ہیں کہ بُوُورہ کی سلطنت کے متذکرہ بالا طول و عرض میں شمار کردہ دیہاتوں، قصبوں اور شہروں کی تعداد اٹھارہ لاکھ ہے جو لب دریا، کنجوں، پہاڑوں اور سرسبز میدانوں میں واقع ہیں۔ دوسرے ہندو راجاؤں کی نسبت بُوُورہ کے پاس ہاتھی فوج کم ہے، اس کے جنگی ہاتھیوں کی تعداد دو ہزار ہے، اگر ہاتھی تربیت یافتہ اور بہادر ہو اور اس کا سوار مشاق اور ہاتھی کی سونڈ میں ایک خاص قسم کی تلوار لگی ہو نیز سونڈ اور جسم اور سر پر زرہ بکتر چڑھی ہو اور اس کے گرد پانچ سو پیادہ فوج ہو جو عقب سے اس کی حفاظت کرے تو ایسا اکیلا ہاتھی چھ ہزار سواروں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور پانچ ہزار سواروں سے کامیاب ٹکر لینے کے بارے میں تو کسی شک کی گنجائش نہیں، ایسا ہاتھی دشمن کی فوج میں کبھی گھستا ہے کبھی نکلتا ہے اور اس طرح سواروں پر یورش کرتا ہے جیسے گھوڑ سوار، بُوُورہ کے ہاتھی بھی مذکورہ ڈھنگ سے جنگ میں حصہ لیتے ہیں .....

ہندوستان اور سندھ کا کوئی بادشاہ مسلمانوں کا اتنا قدردان نہیں جتنا راجہ بلہرا[1] ہے، اسلام اس کی قلمرو میں سربلند اور محفوظ ہے، مسلمانوں نے اپنی بستیوں میں چھوٹی بڑی مسجدیں تعمیر کرلی ہیں جہاں پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، راجگان بلہرا چالیس اور پچاس برس[2] یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک حکومت کرتے ہیں، ان کی ہندو رعایا کا خیال ہے کہ ان کے راجاؤں کی درازی عمر کا سبب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا احترام کرتے ہیں۔ بلہرا (فوج کو جاگیر نہیں دیتا) تنخواہ دیتا ہے جیسا مسلمان بادشاہ کرتے ہیں، بلہرا کی عملداری میں تاتاری (طاطریۃ) درہم چلتے ہیں، ہر تاتاری درہم

---

[1] مسعودی نے ۹۱۵ء میں ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اس وقت راشٹرکوٹا راجہ کرشنا دوم حکمراں نے ۸۸۰ء سے ۹۱۴ء تک حکومت کی، تخت نشین تھا۔

[2] یہ رائے پورا طور پر درست نہیں، مسعودی سے پہلے کے چار بڑے راشٹرکوٹا راجاؤں میں سے صرف ایک نے چالیس سال سے زیادہ حکومت کی اور یہ تھا اموگھ ورشا سلیمان تاجر کا ہم عصر اور اس کی مدت حکومت ۸۱۴ سے ۸۷۷ تک کی تریسٹھ سال بیان کی گئی ہے۔

کا وزن معیاری ڈیڑھ درہم کے برابر ہوتا ہے، بلہرا کے سکوں پر اس کی خاندانی حکومت سے شروع ہونے والا سنہ ہوتا ہے۔

بلہرا کے پاس بڑی تعداد میں فوجی ہاتھی ہیں، اس کی قلمرو کو کونکن (سکنکر) بھی کہتے ہیں (شمال میں[1]) بلہرا کی راجہ گرجر (جُرز) سے جنگ ہوتی رہتی ہے، راجہ گرجر کے پاس بہت سے گھوڑے، اونٹ اور ایک بڑی فوج ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ ساری دنیا میں شاہِ بابل (عراق) کے علاوہ کوئی بادشاہ اس سے بڑا اور طاقتور نہیں، بابل چوتھی اقلیم میں واقع ہے، وہ بار عونت راجہ ہے اور سارے پڑوسی راجاؤں پر حملہ کرتا رہتا ہے، وہ مسلمانوں کو بھی ناپسند کرتا ہے، اس کی حکومت ایک مستطیل علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے، اس کے ملک میں سونے چاندی کی کانیں پائی جاتی ہیں اور سونے چاندی ہی سے تجارت ہوتی ہے

راجہ گرجر (جُرز) سے متصل (پنجاب میں) تکا راجہ (طاقی) کی حکومت ہے، یہ راجہ اپنے پڑوسی سلاطین سے دوستانہ تعلقات بنائے رکھتا ہے، مسلمانوں کا احترام کرتا ہے، اس کا لشکر اتنا طاقتور اور بڑا نہیں جتنا اُن راجاؤں کا ہے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا، تکا راجہ کی عملداری میں جتنی حسین، دلربا اور گوری عورتیں ہوتی ہیں ہندوستان کے کسی دوسرے حصہ میں نہیں پائی جاتیں، لطف صحبت اور حظ خلوت کے لئے مشہور ہیں، باہ کی کتابوں میں مثال کے طور پر ان کا ذکر کیا جاتا ہے، سمندری مسافروں میں طاقی کنیزیں جو طاقیات کے نام سے مشہور ہیں، حاصل کرنے کی دوڑ رہتی ہے۔

تکا راجہ کی سرحد راجہ دھرما (رُہمی) سے ملتی ہے،[2] رُہمی لقب ہے[3] جس سے اس خاندان کے سلاطین یاد کئے جاتے ہیں، دھرما اور راجہ گرجر (جُرز) کی سرحدیں ملتی ہیں اور دونوں میں جنگ ہوتی رہتی ہے، اسی طرح دھرما راجہ بلہرا سے جو (اس کا مغربی) پڑوسی ہے، برسرپیکار رہتا ہے، دھرما کا لشکر، بلہرا،

---

[1] پانی پت سے گجرات تک۔

[2] تکا راجہ مشرقی پنجاب کا حاکم تھا، اس کی سرحد جالندھر دوابے راجہ جَیا سے متصل تھی اور راجہ جَیا کی سرحد راجہ قنوج سے ملحق تھی، مسعودی کو کہنا چاہیے تھا جیسا کہ ابن خُرداذبہ، سلیمان تاجر اور ابن رُستہ نے لکھا ہے کہ راجہ قنوج کی سرحد راجہ بنگال دھرما پال (رُہمی) سے ملتی ہے۔

[3] مسعودی کی یہ رائے بھی درست نہیں، دھرما (رُہمی) صرف ایک راجہ کا نام تھا، صحیح یہ ہے کہ بنگال کے راجاؤں کا خاندانی لقب پال تھا۔

راجہ گرجر اور تنکار راجہ (طاقی) تینوں سے بڑا ہے اور اس کے ہاتھی اور گھوڑے بھی ان تینوں سے زیادہ ہیں، وہ جب لڑنے نکلتا ہے تو پچاس ہزار ہاتھی اس کے ہمرکاب ہوتے ہیں، چونکہ ہاتھی گرمی اور پیاس کی تاب نہیں لاسکتا اس لئے دھرما جاڑے کے موسم میں جنگ کے لئے نکلتا ہے، مبالغہ پسند راوی اس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ بتاتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ اس کے لشکر کے صرف دھوبیوں کی تعداد دس ہزار سے پندرہ ہزار تک ہے۔

مذکورہ بالا راجہ فوج کو ڈویژنوں میں بانٹ کر لڑتے ہیں، ہر ڈویژن میں بیس ہزار سپاہی ہوتے ہیں اور ان کے پانچ پانچ ہزار کے دستے چاروں سمتوں میں لڑائی کے لئے متعین کر دئے جاتے ہیں۔

دھرما (رہمی) کی عملداری میں کوڑی سے خرید و فروخت ہوتی ہے، اس کی سلطنت میں صندل، سونا چاندی نیز ایسا نرم اور باریک کپڑا بنا جاتا ہے جس کی نظیر کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی، اس کی قلمرو سے وہ بال بھی برآمد ہوتا ہے جو چنور کے نام سے مشہور ہے جس کو ہاتھی دانت اور چاندی کے دستوں میں لگا کر قیمتی چوریاں بنائی جاتی ہیں جو شاہی درباروں میں خدمت گار بادشاہوں کے سر پر جھلتے ہیں۔

دھرما (رہمی) کی سلطنت برو بحر دونوں پر مشتمل ہے، اس سے متصل ایک دوسرا راجہ ہے جس کو راجہ آسام (کاسین[1]) کہتے ہیں، آسام کے باشندوں کا رنگ گورا ہے اور ان کے کان چھدے ہوتے ہیں، اس ملک میں ہاتھی، گھوڑے اور اونٹ پائے جاتے ہیں، باشندے حسین و جمیل ہیں۔

ہندو چالیس سال کی عمر سے پہلے کسی کو اپنا راجہ نہیں بناتے، ان کے حکمراں جنتا کے سامنے صرف مقررہ اوقات پر آتے ہیں جب ان کو جنتا کے معاملات پر غور کرنا ہوتا ہے، ان کا خیال ہے کہ جنتا کے سامنے راجاؤں کے زیادہ آنے جانے سے راجاؤں کا رعب و داب کم ہو جاتا ہے۔

---

[1] متن میں کاسین ہے اور مروج کے ایک دوسرے نسخہ میں کامن، یہ دونوں کامتا کی بگڑی ہوئی شکل ہیں، کامت پرانے زمانہ میں آسام کا نام تھا، اس کو کام روپ بھی کہتے تھے، جو بگڑ کر عربی کتابوں میں قامرون ہو گیا ہے، سلطنت آسام پوری وادی برہمپترا اور بھوٹان پر مشتمل تھی۔ دیکھو رائے ۱/۲۶۸ و عوذیوالا ص ۶

بزرگ بن شہریار کپتان[1] (اس نے اپنی کتاب ۳۴۲ھ ۹۵۳ء میں لکھی تھی) :-

راجہ بلہرا (ملک را[2]) کا خفیہ اسلام

ابو محمد حسن بن عمرو بن حمّویہ نجیرمی نے بصرہ میں مجھ سے بیان کیا کہ ۲۸۸ھ ۹۰۰ء میں جب میں منصورہ[3] میں تھا تو وہاں کے ایک ثقہ شیخ نے مجھ سے بتایا کہ بلہرا (ملک را) نے جو راجگان ہند میں سب سے بڑا راجہ ہے اور جس کی حکومت کشمیر بالا اور کشمیر زیریں کے درمیان واقع ہے اور جس کا نام مہروک بن رایق ہے ۲۷۰ھ ۸۸۳ء میں منصورہ کے سلطان عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ مجھے ہندی زبان میں اسلام کے اصول و آئین لکھ بھیجئے، سلطان نے منصورہ کے ایک شخص کو بلایا جس کا آبائی وطن تو عراق تھا لیکن جو پلا بڑھا ہندوستان میں تھا اور ہندوستان کی مختلف زبانیں جانتا تھا، ساتھ ہی تیز فہم اور شاعر بھی تھا اس سے سلطان نے بلہرا (ملک را) کی فرمائش پوری کرنے کو کہا، اُس شخص نے ایک قصیدہ نظم کیا جو اسلام کے ضروری اصول پر مشتمل تھا، سلطان نے وہ قصیدہ بلہرا (ملک را) کو بھیج دیا، جب بلہرا (ملک را) نے قصیدہ سنا تو وہ اس کو پسند آیا، اس نے سلطان منصورہ کو لکھا کہ میرے پاس ناظم قصیدہ کو بھیج دیجئے، سلطان نے اس کی خواہش پوری کر دی، ناظم قصیدہ تین سال تک بلہرا (ملک را) کے پاس رہا، جب وہ لوٹا تو سلطان منصورہ نے اس سے بلہرا (ملک را) کے حالات دریافت کئے، اُس نے حالات بیان کئے اور کہا کہ میں نے اس کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ اس کا دل اور زبان مسلمان ہو چکے ہیں لیکن اس نے کھلم کھلا اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا ہے اس خوف سے کہ اس کا اقتدار جاتا رہے گا اور اس کو حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے گا، بلہرا (ملک را) کے حالات کے ضمن میں اُس نے ایک بات یہ کہی کہ راجہ نے مجھ سے قرآن کی تفسیر ہندی میں بیان کرنے کی خواہش کی اور جب میں سورۂ یٰسین پر پہنچا اور "من یحیی

---

[1] عجائب الہند، لائڈن ۱۸۸۳-۱۸۸۶ء، ص ۲-۴

[2] عربوں کا سندھ میں پایۂ تخت موجودہ حیدرآباد سے تقریباً پچاس میل شمال مشرق میں۔

[3] را، بلہرا کی تخفیف ہے، ملک را سے راشٹر کوٹا تاجدار کرشنا دوم مراد ہے جس نے اڑتیس سال ۸۷۷ تا ۹۱۵ء حکومت کی۔

"العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم" کا مطلب بیان کیا تو وہ اپنے سونے کے انمول موتی جڑے تخت پر متمکن تھا، اس نے کہا: اس آیت کی دوبارہ تفسیر کرو، میں نے کی تو وہ تخت سے اترا اور زمین پر جہاں چھڑکاؤ ہو چکا تھا اس نے اپنا گال رکھ دیا اور اتنا رویا کہ اس کا چہرہ مٹی سے لت پت ہو گیا، پھر اس نے کہا: یہی مالک ازلی و ابدی، یکتا و بے مثال عبادت کے لائق ہے! اس نے اپنے لئے ایک کمرہ بنوایا اور ظاہر کیا کہ امور مہم پر غور کرنے وہاں جاتا ہے حالاں کہ وہ چھپ کر نماز پڑھتا تھا۔ اس نے مجھے تین دفعہ میں چھ سو رطل (من[1]) سونا عطا کیا۔

ادریسی[2] (بارہویں صدی عیسوی کا نصف اول):۔

نہلواڑہ (پٹن، ضلع بمبئی) کا والی ایک بڑا راجہ ہے جس کا نام بلہرا ہے، اس کے پاس بہت سی فوجیں اور ہاتھی ہیں اور وہ مورتی پوجا کرتا ہے، اس کے سر پر سونے کا تاج ہے اور جسم پر سونے کے تاروں سے بنا ہوا عمدہ لباس، وہ ہمیشہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، اس کی سواری ہفتہ میں ایک بار نکلتی ہے، سواری کے ساتھ لگ بھگ سو عورتیں ہوتی ہیں، کوئی مرد راجہ کے ہم رکاب نہیں ہوتا، یہ عورتیں زردوز لباس میں ملبوس اور نہایت اعلیٰ زیورات سے مزین ہوتی ہیں، ان کے ہاتھوں میں سونے چاندی کے کڑے اور پیروں میں جھانجن ہوتے ہیں، ان کے بال کولھوں پہ لٹکے ہوتے ہیں، وہ کھیلتی، جھومتی اور اٹھکھیلیاں کرتی چلتی ہیں، راجا ان کے آگے ہوتا ہے، بلہرا کے وزیر اور منصب دار صرف اس وقت اس کے ہم رکاب ہوتے ہیں جب وہ کسی باغی یا غاصب گورنر کی گوشمالی یا کسی حملہ آور پڑوسی راجہ سے لڑنے جاتا ہے، بلہرا کی فوج میں بہت سے ہاتھی ہیں جو اس کی جنگوں میں اہم ترین رول ادا کرتے ہیں ....

قزوینی[3] (تیرہویں صدی عیسوی):۔

.... کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے راجہ جب کسی دوسرے راجہ کو مکاری سے مارنا چاہتے ہیں تو

---

[1] عرب من کو رطل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، رطل کا وزن اس زمانہ میں بقول مقدسی (احسن التقاسیم لائڈن ص ۴۸۲) سندھ اور ہند میں رطل مکہ کے مساوی تھا یعنی تقریباً تیرہ چھٹانک۔

[2] نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۱۲۲-۱۲۳

[3] آثار البلاد ص۸۳

چند کنیز بچیاں منتخب کر لیتے ہیں اور اُن کو پالنوں میں ایک مدت تک زہریلے پودے بس (بیش) پر سلاتے ہیں پھر کچھ عرصہ تک اُن کے بستروں اور کپڑوں میں یہ زہریلا پودا رکھا جاتا ہے اور دودھ کے ساتھ بھی ان کو پلایا جاتا ہے، ان میں سے کوئی لڑکی جب سیانی ہو جاتی ہے اور زہر کھاتی ہے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، ایسی لڑکی کو غدار راجہ تحفے تحائف کے ساتھ دوسرے راجہ کے پاس بھیج دیتے ہیں اور جب وہ اس لڑکی سے ہم بستر ہوتا ہے تو لڑکی کے جسم کا زہر اس کے خون میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔

(باقی)

عزیزانِ ندوہ کے نام

یہ توسیعی خطبات کے سلسلہ کی پہلی اور اہم کڑی ہے جو اُردو کے مشہور زندہ جاوید ادیب پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی کے بہار آفریں قلم سے ہے۔ یہ گرانقدر مقالہ ملت کے ہونہار مستقبل ساز طلبہ کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حیثیت سے ملت کے ہر اُس طبقہ کے لئے یہ پیام ہے جو ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے فکر مند رہتا ہے۔ اس میں دیو بند اور علی گڑھ تحریک کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان دونوں کا حسین سنگ میل ندوہ تحریک کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اُردو کے صاحب اسلوب ادیب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کے صدارتی کلمات سے بھی مُرصّع، اور مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی کی افتتاحی تقریر سے مُزیّن۔

ضخامت ۱۲۰ صفحات، قیمت عہ، کتابت اعلیٰ

ملنے کا پتہ :- ناظم جمعیۃ "الاصلاح" دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (یوپی)